علامہ محمد بن طاہر پٹنی: حیات و خدمات بالخصوص موضوع احادیث پر تحقیق کا تجزیاتی مطالعہ

حفیظ الرحمن*

دینی امور کی طرح عربی ادب میں بھی رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ آپ کی ذات گرامی افصح العرب و العجم ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے ارشادات، فن بیان کی خوبیوں کے حامل، پر اثر و دل نشین، جامع و سہل، زود فہم، تکلف سے پاک اور روحانی بلاغت والہامی فصاحت کا مرقع ہیں۔ قرآن مجید کے بعد دینی و ثقافتی امور میں ان کا دوسرا درجہ ہے۔ جس طرح قرآنی وحی کے نزول سے ہی اس کی کتابت و حفاظت اور اس کی جمع و تدوین کا اہتمام کیا گیا اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کی کتابت، جمع و تدوین اور ان کی فروغ و اشاعت نیز حدیث نبوی کو سمجھنے، اسے محفوظ کرنے اور اس کے صحیح و سقیم میں تمیز کرنے کے لیے بھی علماء حدیث نے ہمہ جہت نمایاں خدمات سر انجام دیں نیز اس حوالے سے محدثین نے لاکھوں افراد کے حالات زندگی محفوظ کیے اور اس سلسلہ میں متعدد علوم بھی ایجاد کیے اور اس امر کو یقینی بنانے کے لیے مقدور بھر کوششیں کی گئیں کہ حدیث نبوی کو صحیح ترین شکل میں محفوظ کیا جائے۔

دینی ادب و شریعت اسلامیہ میں حدیث کی اسی مسلمہ حیثیت کی آڑ میں جعل سازوں یا دین کے نادان دوستوں اور مفاد پرست افراد نے کمزور، خود ساختہ، موضوع اور عوام کی زبان پر جاری ہونے والے عربی کلمات و محاورات کو حدیث کا درجہ دینے کی مذموم کوشش کی، جس سے فتنہ انکارِ حدیث کو تقویت ملی، تاہم "موضوع" احادیث کو علماء امت نے ایک اہم موضوع کی حیثیت سے اختیار کیا اور اس فتنہ کے قلع قمع کے لیے قابل تعریف خدمات انجام دیں اور موضوع احادیث کی نشان دہی، موضوع احادیث کے اسباب، وضاعین حدیث کی فہرست اور معاشرے پر ان کے اثرات کا بھرپور انداز میں جائزہ لیا۔

واضح رہے کہ حدیث نبوی کے عظیم مجموعے اور بڑے ذخیرے میں لاکھوں احادیث شامل ہیں۔ جن میں چند ہزار ایسی احادیث ہیں، جن کی نشان دہی کرنے اور انہیں خود ساختہ قرار دینے میں محدثین کرام نے کوئی

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر (عربی)، سندھ مسلم آرٹس و کامرس کالج، کراچی۔ (bandahafeez@gmail.com)

کسر نہیں اٹھا رکھی، جو بجائے خود ایک لائق تحسین اور اہم خدمت حدیث ہے جس کی بدولت **موضوع احادیث** کو ذخیرہ حدیث سے الگ کر دیا گیا ہے۔ یہ خدمت سائنس اور عمدہ انداز میں انجام دی گئی، چناں چہ متقدمین و متاخرین اہل علم نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تالیف کیں۔

ہم اپنی اس تحریر کو **موضوع** حدیث تک محدود رکھیں گے اور پہلے حصے میں موضوع حدیث کی تعریف اور اس موضوع پر لکھی جانے والی اہم تصانیف کا اختصار سے ذکر کریں گے۔ جب کہ دوسرے حصے میں **موضوع حدیث** کے حوالے سے برصغیر (پاک و ہند) کے محدثین کی خدمات کا عموماً اور علامہ محمد بن طاہر پٹنی (متوفی ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء) کی کاوشوں کا خصوصیت سے ذکر کریں گے۔

موضوع حدیث کو محدثین نے ضعیف حدیث کی بدترین قسم قرار دیا ہے[1] محدثین کرام کی اصطلاح میں الكذب على رسول الله ﷺ المختلق المصنوع[2] یعنی وہ ایسی حدیث ہے، جسے خود سے وضع کر لیا گیا ہو، وہ ہرگز رسول اللہ ﷺ کا قول یا فعل نہ ہو، بلکہ انسانوں کا اپنا خود ساختہ کلام ہو۔ گویا "موضوع حدیث" درحقیقت حدیث نبوی نہیں ہوتی، بلکہ یہ کسی اور کا کلام ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط طور پر منسوب کر دیا جاتا ہے، اور اس طرح دین میں وہ چیز داخل کر دی جاتی ہے جس کا دین سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا، کیوں کہ مخبر صادق ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ: "من حدَث عنى بحديث،وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين."[3] (جس شخص نے مجھ سے کوئی بھی حدیث روایت کی اور اس کی رائے میں وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ شخص بھی جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے۔)

مسلمانوں کے علمی اور تہذیبی نظام کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حدیث وضع کرنا یا خود ساختہ امر کو حدیث قرار دینا اسلام میں ایک ناقابل معافی جرم ہے؛ کیوں کہ وضع حدیث سے نہ صرف شریعت مطہرہ کی ساکھ

۱۔ علی حسن علی حلبی، **موسوعة الأحاديث و الأثار الضعيفة و الموضوعة** (رياض: مكتبة المعارف للنشر و التوزيع)، ۱:۲۲۔

۲۔ شمس الدین، محمد بن عبد الرحمن السخاوی، **فتح المغيث بشرح الفية الحديث** (السعودیہ: مكتبة السنة، ۱۴۲۴ھ)، ۱:۳۱۰۔

۳۔ ابو عیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی، **الجامع**، كتاب العلم،باب من روى حديثا وهو يرى أنه كذب، رقم : ۲۶۶۲۔

متاثر ہوتی ہے بلکہ دین کی بنیادیں بھی کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من كذب علي متعمدا فليتبوء مقعده من النار." [۴] (جس نے جان بوجھ کر غلط بات میری طرف منسوب کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے)۔

موضوع احادیث کا فتنہ قرن اول میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ سیاسی مقاصد۔ قبائلی تعصبات، مختلف دینی رجحانات، ثقافتی اور معاشرتی تضادات اور قصہ گو اصحاب کی وجہ سے مختلف ادوار میں موضوع احادیث گھڑی گئیں اور ان کو فروغ دیا گیا۔

جس طرح موضوع احادیث کا فتنہ صدر اسلام میں شروع ہو گیا تھا، اسی طرح اس فتنہ کے بارے میں آگہی اور بیداری کا عمل بھی صدر اسلام ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ چناں چہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حدیث نبوی کی حیثیت اور مقام و مرتبہ سے بخوبی واقف تھے؛ اس لیے وہ اس وقت تک کسی بات کو حدیث تسلیم نہیں کرتے تھے، جب تک اس کی صحت کی شہادت کم از کم دو گواہ نہیں دیتے تھے کہ انہوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سنی ہے، صحابہ کرام حدیث نبوی کی صحت اور حقیقت کو پرکھنے کے لیے یہی معیار اپناتے تھے۔ [۵]

ابتداے اسلام میں موضوع احادیث کو جرح و تعدیل کی کتابوں میں ہی بیان کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں وضاعین حدیث کی نشان دہی کی جانے لگی اور ان کی تمام مرویات کو یک جا کر کے مسترد کیا جانے لگا اور یہ سلسلہ صدی بہ صدی جاری رہا۔ تاہم کتب تاریخ تدوین حدیث اور علوم الحدیث کی تصنیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری میں موضوع احادیث کو محدثین کرام نے مستقل کتب کا موضوع بنایا اور اس حوالے سے کتب تصنیف ہونا شروع ہوئیں۔

تاریخ کتب حدیث کا زمانی اعتبار سے جائزہ لیں تو موضوع احادیث پر مرتب کتب کی معقول تعداد ملتی ہے۔ جن میں سے اکثر مطبوعہ اور بعض مخطوط شکل میں اسلامی کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ موضوع احادیث پر

۴- ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری، **الجامع الصحیح المسندمن حدیث رسول اللہ ﷺ و سننه و أیامه**، كتاب العلم، باب إثم من كذب علي النبي ﷺ، رقم:۱۰۷۔

۵- محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی، **توضیح الأفکار شرح تنقیح الأنظار** (الریاض: مکتبة الرشد)، ۱:۲۲۔

لکھی جانے والی کتب کی ذیل میں تاریخی ترتیب کے مطابق فہرست پیش کی جاتی ہے، تاکہ اس باب میں محدثین کرام کی گراں قدر خدمات کا ایک خاکہ سامنے آسکے۔

۱- **الموضوعات**، لأبي سعيد محمد بن علي بن عمر و النقاش الاصبهانی الحنبلي، المتوفی:۴۱۴ھ۔اس باب میں ترتیب پانے والی یہ سب سے پہلی کتاب ہے جس میں من گھڑت روایات کو یک جا پیش کیا گیا، تاہم یہ کتاب دست یاب نہیں ہے۔

۲- **الأربعون الودعانية الموضوعة**، لمحمد بن علي بن عبيد الله بن أحمد بن صالح بن سليمان بن ودعان، أبو نصر القاضي الموصلي، المتوفی: ۴۹۴ھ۔

۳- **التذكرة في الأحاديث الموضوعات**، لأبي الفضل محمد بن طاهر بن علي بن أحمد المقدسي الشيباني، المعروف بابن القيسراني، المتوفی:۵۰۷ھ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس باب میں ترتیب پانے والی یہ پہلی کتاب ہے۔

۴- **الأباطيل والمناكير والصحاح و المشاهير**، لأبي عبدالله الحسين بن إبراهيم الجوزقاني، المتوفی:۵۴۳ھ۔

۵- **الموضوعات من الأحاديث المرفوعات**،لأبي الفرج عبدالرحمن بن علي بن الجوزي، المتوفی:۵۹۷ھ۔وضعی احادیث کے مجموعے کے لحاظ سے اس کتاب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اس کے بعد ترتیب پانے والی کتب کے لیے یہ بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

۶تا۸- **المغني عن الحفظ والكتاب بقولهم لم يصح شي ء في هذا الباب**، لعمربن بدر بن سعيد الوراني الموصلي الحنفي، ضياء أبو حفص، المتوفی:۶۲۲ھ،اسی طرح **العقيدة الصحيحة في الأحاديث الموضوعة الصريحة** اور **الأحاديث الموضوعة في الأحكام المشروعة** اسی مصنف کی ہیں۔

۹- **تلخيص الموضوعات**، لجلال الدين أبي اسحاق ابراهيم بن عثمان بن عيسى بن

دِرباس المارانی الکردي، المتوفی:۶۲۲ھ۔

۱۰تا۱۲- **موضوعات الصغاني،** لأبي الفضائل الحسن بن محمد العدوي الصغاني اللاهوري،المتوفی: ۶۵۰ھ، اسی طرح **الدرالملتقط في تبيين الغلط ونفي اللغط،** اور **رسالة في الأحاديث الموضوعة في شهاب الأخبار للقضاعي** امام صغانی کی ہیں۔

۱۳- **الأحاديث الموضوعة التي يرويها العامة والقصاص،** لعبد السلام بن عبدالله بن تيميه، جد شيخ الإسلام، المتوفی:۶۵۲ھ۔

۱۴- **جملة من الأحاديث الضعيفة الموضوعة،** لأبي عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عبدالهادي الحنبلي، المتوفی: ۷۴۴ھ۔

۱۵تا۱۷-**ترتيب الموضوعات لابن الجوزي،** للامام شمس الدين الذهبي، المتوفی: ۷۴۸ھ، اور اسی طرح **موضوعات مستدرک محمد بن عبدالله الحاکم** و **مختصر الأباطيل والموضوعات** بھی امام ذہبی کی کتب ہیں۔

۱۸- **موضوعات المصابيح،** لسراج الدين عمر بن علي القزويني، المتوفی:۷۵۰ھ۔

۱۹- **المنارالمنيف في الصحيح والضعيف،** لابن قيم الجوزيه محمد بن ابی بکرشمس الدين، المتوفی:۷۵۱ھ۔

۲۰- **أحاديث الأحياء التي لا أصل لها،** للامام تاج الدين عبدالوهاب السبکي، المتوفی:۷۷۱ھ، وهو جزء من **طبقات الشافعية الکبری۔**

۲۱- **المغني عن حمل الأسفارفي الأ سفارفي تخريج ما في الإحياء من الأ خبار** للحافظ أبي الفضل زين الدين عبدالرحيم بن الحسين بن عبدالرحمن بن أبي بکر بن ابراهيم العراقي، المتوفی:۸۰۶ھ۔

۲۲- **الكشف الحثيث عمن رمى بوضح الحديث**، لبرهان الدين ابراهيم بن محمد بن خليل الطرابلسي الشافعي سبط ابن العجمي، المتوفى: ۸۴۱ھ۔

۲۳- **سفر السعادة**، للعلامة اللغوي مجد الدين الفيروزآبادي، المتوفى: ۸۱۷ھ۔

۲۴- **البرق اللموع لكشف الحديث الموضوع** ، لقطب الدين محمد الخيضري، المتوفى: ۸۹۴ھ۔

۲۵تا۲۸- **اللآليء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة** وذيله:**ذيل اللآليء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة**، لجلال الدين عبدالرحمن بن أبى بكر السيوطى، المتوفى:۹۱۱ھ *اور اسی طرح* كتاب في التعقب على ابن الجوزي وهي: "النكت البديعات" المعروف ب "الوجيز" *نیز*"تحذير الخواص من أكاذيب القصاص" *علامہ سیوطی کی تصنیفات ہیں۔*

۲۹- **الغماز على اللماز في الموضوعات المشهورات**، لنور الدين أبي الحسن السمهودي، المتوفى:۹۱۱ھ، مؤلف وفاء الوفاء بأخبار دارالمصطفى۔

۳۰- **الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة**، لمحمد بن يوسف الصالحي الشامي، المتوفى: ۹۴۲ھ، مؤلف **سبل الهدى والرشاد المعروف بالسيرة الشامية**۔

۳۱- **تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة**، لابن الحسن علي بن محمد الكناني، المتوفى ۹۶۳ھ، *اس میں مصنف نے ابن جوزی کی موضوعات اور سیوطی کی تین کتابوں کی تلخیص کی ہے۔*

۳۲- **تذكرة الموضوعات**، للعلامة محمد طاهر الفتني الهندي، المتوفى۹۸۶ھ۔*راقم کا پی ایچ ڈی کا مقالہ اسی کتاب کی تحقیق وتعلیق کے حوالے سے ہے۔*

۳۳- **عجالة الراغبين في انتقاد الحافظين** لمحمد جعفر بن محمد ميران المعروف بمخدوم

جعفر البوبكاني السندي، المتوفی: ۱۰۰۴ھ۔ یہ کتاب ہنوز مخطوط شکل میں ہے، راقم نے ایم فل کے مقالہ کے طور پر اس مخطوط پر تحقیق و تعلیق کا کام سرانجام دیا ہے۔

۳۴،۳۵- **الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة**، لعلي بن محمد الهروي المعروف بملّا علي القاري، المتوفی: ۱۰۱۴ھ۔ اور اسی طرح **المصنوع في معرفة الحديث الموضوع.** بھی فاضل مصنف کی تالیف ہے۔

۳۶- **الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة** للشيخ مرعي بن يوسف بن أبي بكر بن أحمد بن أبي بكر بن يوسف بن أحمد الكرمي المقدسي، المتوفی: ۱۰۳۳ھ۔

۳۷- **الجد الحثيث في بيان ماليس بحديث،** لأحمد بن عبدالكريم الغزي العامري، المتوفی: ۱۱۴۳ھ۔

۳۸- **الكشف الإ لهي عن شديد الضعف و الموضوع والواهي** ،لمحمدبن محمد الحسيني الطرابلسي السند روسي، المتوفی: ۱۱۷۷ھ۔

۳۹- **الدرر المصنوعات في الأحاديث الموضوعات،** لمحمد بن أحمد الاسفر ائيني الحنبلي، المتوفی: ۱۱۸۸ھ۔

۴۰- **النخبة البهية في الأحاديث المكذوبة على خير البرية،** للشيخ محمد بن محمد الأمير الكبير المالكي،المتوفی: ۱۲۲۸ھ۔

۴۱- **الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة،** لمحمد بن علي بن محمد الشوكاني، المتوفی: ۱۲۵۰ھ۔

۴۲- **الآثار المرفوعة في الأحاديث الموضوعة** ، لمحمد عبدالحی اللكنوي الهندي، المتوفی: ۱۳۰۴ھ۔

۴۳- **اللؤلؤ المرصوع فيما قيل لا أصل له أوبأصله موضوع،** لمحمد أبى المحاسن القاوقجى، المتوفی: ۱۳۰۵ھ۔

۴۴- **تحذير المسلمين من الأحاديث الموضوعة على سيد المرسلين**، لمحمد الأ زهري، المتوفی:۱۳۲۵ھ۔

۴۵- **تطهير السنة المرفوعة من الأحاديث الموضوعة** ، لمحمد بن أحمد الكانوني العبدي، المتوفی:۱۳۵۷ھ۔

۴۶- **سلسلة الأحاديث الضعيفة و الموضوعة**، لناصر الدين الألباني، المتوفی: ۱۴۲۰ھ۔

۴۷- **موسوعة الأحاديث و الآثار الضعيفة و الموضوعة** لعلي حسن على حلبی، ابراهيم القيسی- حمدی محمد مراد -مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، رياض۱۴۱۹ھ۔

یہ ۱۶ جلدوں پر مشتمل دائرۃ المعارف ہے جس میں الف بائی ترتیب پر ضعیف روایات کے علاوہ موضوع احادیث کو یک جا کیا گیا ہے،اس میں مذکور روایات و آثار کی تعداد ۳۱۵۷۷ ہے، اور یہ اس موضوع پر تازہ ترین جامع کام ہے۔

یہاں طوالت کے پیش نظر درج بالا کتب کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے جب کہ اس باب میں دیگر تصنیفات و تالیفات کے علاوہ کئی تحقیقی مقالہ جات بھی قابل ذکر ہیں۔ درج بالا فہرست سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ موضوع احادیث کی نشان دہی کرنے کے لیے امت مسلمہ کی تاریخ کے تمام ادوار میں اس موضوع پر تسلسل کے ساتھ کام ہوتا رہا ہے جو آج تک جاری ہے۔ اور اس کار خیر میں دنیاے اسلام کے تمام خطوں اور علاقوں کے محدثین کرام حصہ لیتے رہے۔

برصغیر کے محدثین کرام اس اہم دینی کام سے غافل نہیں رہے۔ بلکہ مختلف تاریخی ادوار میں وہ اپنا حصہ اور اپنی خدمات اور توانائیاں اس اہم کام پر صرف کرتے رہے۔ چناں چہ مذکورہ بالا فہرست کے مطابق موضوع احادیث کی نشان دہی کرنے میں برصغیر کے تین اہل علم کی خدمات نمایاں ہیں جن میں امام حسن بن محمد صغانی (متوفی ۶۵۰ھ)، علامہ محمد بن طاہر پٹنی (متوفی ۹۸۶ھ) اور مولانا عبدالحی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) جیسے نامور محدثین نے موضوع احادیث سے آگہی کے لیے اہم علمی اور محققانہ خدمات سرانجام دیں اور ان کی کتب سے نہ صرف محدثین امت اسلامیہ نے بھرپور استفادہ کیا، بلکہ ان کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا اور برصغیر کی ان تصانیف کے بغیر موضوع احادیث کی نہ کماحقہ اور مکمل نشان دہی ہو سکتی ہے اور نہ ہی علوم حدیث کا یہ اہم باب مکمل ہو سکتا ہے۔

ان تینوں کی خدمات اپنی اپنی جگہ اہم ہیں کیوں کہ نہ صرف ان تینوں کے مناہج مختلف ہیں بلکہ یہ تینوں اصحاب برصغیر میں موضوع احادیث پر کیے جانے والے تاریخی ارتقاء میں تین اہم ادوار کے نمائندہ ہیں۔ کیوں کہ امام صغانی ابتدائی دور کے نقیب ہیں تو علامہ محمد بن طاہر پٹنی درمیانی عہد کی نمائندگی کرتے ہیں جبکہ علامہ عبدالحی لکھنوی آخری دور کے رجحانات کے نمائندہ ہیں۔

ذیل میں برصغیر میں اس علم کے حوالہ سے تاریخی اعتبار سے درمیانی کڑی۔ علامہ محمد طاہر پٹنیؒ۔ کی شخصیت اور ان کی خدمات کا جائزہ پیش کیا ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنیؒ ۔۔۔ مختصر سوانحی خاکہ

محمد نام[٦]، (ملک المحدثین)،[٧] (مجد الدین)[٨] اور (جمال الدین)[٩] لقب ہیں نسباً صدیقی ہیں، وطن پٹن نہروالہ کاٹھیاواڑ گجرات ہے۔

٦۔ صدیق حسن القنوجی، **اتحاف النبلاء المتقين بإحياء مآثر الفقهاء و المحدثين** (کانپور: مطبع نظامی، ۱۲۸۸ھ) ۳۹۷؛ ابو ظفر ندوی، **تاریخ گجرات** (دہلی: ندوة المصنفين، ۱۹۵۴ء)، ۱۱؛ لیکن شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے **أخبار الأخيار في أسرار الأبرار**، (دہلی: مطبع مجتبائی)، ۲۸۲؛ محی الدین عبد القادر العیدروس نے **النور السافرعن أخبارالقرن العاشر** (بغداد: المكتبة العربيه ۱۹۳۴ء)، ۳۶۱؛ مؤرخ عبدالحی بن احمد بن محمد ابن العماد الحنبلی نے **شذرات الذهب في أخبار من ذهب** (بیروت: داراحياء التراث العربی)، ۸ :۴۱۰ (ب،ت) ؛مولانا محمد عبد الحی لکھنوی نے **التعليقات السنيه** (مصر: مطبعة السعادة ،۱۳۲۴ھ)، ۱۶۴اور صدیق حسن القنوجی نے **أبجد العلوم** ،(بیروت: دار الکتب العلمیہ)، ۳: ۲۲۲ میں محمد طاہر نقل کیا ہے۔

علامہ پٹنی نے **تذكرة الموضوعات** (ص۳) اور قانون موضوعات والضعفاء (ص۲۳۰) میں اپنا تعارف یوں کرایا ہے، محمدبن طاهر بن علي الفتني الهندي مسكناونسبا (مکتبہ مجیدیہ ملتان) کو ناشر نے ٹائٹل پر محمد طاہر درج کیا ہے۔

٧۔ العیدروس ،**النورالسافر**، ۳۶۱؛ ابن العماد الحنبلی، **شذرات الذهب في أخبار من ذهب**، ۸: ۴۱۰ ؛ محمد عبدالجلیل السامرودی، **تذكرة الموضوعات**، (بمبئی: المكتبة العلميه ۱۳۴۳ھ)، ۲۹۱۔

٨۔ سید ابو ظفر ندوی، **تاریخ گجرات**، ۱۰۔

٩۔ محمد بن طاہر پٹنی، **مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزيل و لطائف الاخبار** (لکھنو: نولکشور، ۱۲۸۳ھ)، ۳: ۵۵۵۔

عام تذکرہ نگاروں نے ان کا نسب صرف دادا تک لکھا ہے یعنی محمد بن طاہر بن علی الصدیقی مگر تاریخ گجرات کے مشہور عالم مولانا سید ابو ظفر ندوی مرحوم نے ان کا مکمل شجرہ نسب تحریر کیا ہے جو خود شیخ کے ایک خاندانی بزرگ سے ان کو دست یاب ہوا تھا، اس شجرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نسباً صدیقی تھے اور ان کے آباواجداد کا تعلق عرب سے تھا، اس کے ثبوت میں چند اشعار بھی پیش کیے جاتے ہیں جو ان کے پوتے اور ممتاز عالم وفقیہ شیخ عبد القادر بن شیخ ابو بکر (متوفی ۱۱۳۸ھ) کے استاذ شیخ عبداللہ طرفہ انصاری نے کہے تھے، وہ فرماتے ہیں:

قد كان جد أبيک بل ضريحه
من اوحد العلماء و الفضلاء
أعني محمد طاهر من منجى
الصديق حققه بغير مراء[۱۰]

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے پر دادا کی قبر کو خدا سیراب کرے، وہ یکتائے روزگار علما فضلا میں تھے، یعنی محمد طاہر بلا شک وشبہ حضرت ابو بکرؓ صدیق کی نسل سے تھے۔

آپ کی ولادت ۹۱۳ھ، میں ہوئی، ان کے زمانہ میں گجرات ایک بڑا علمی مرکز تھا۔ آپ کا فقہی مسلک حنفی اور خاندانی پیشہ تجارت ہے، اسی حوالہ سے آپ نے اپنے آپ کو بھرة (بوہرا) لکھا ہے۔[۱۱]

اساتذہ

ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی، بلوغت سے پہلے قرآن پاک یاد کیا، بعد ازاں سب سے پہلے اپنے وطن ہی کے علما فضلا اور ارباب کمال کے سامنے زانوے تلمذتہ کیا، اور صغر سنی یعنی پندرہ سال کی عمر میں ہی تمام کتب متداولہ کی تعلیم مکمل کر لی، مقامی اساتذہ میں سے جن چار لوگوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں وہ یہ ہیں: مولانا شیخ ناگوری؛ شیخ برہان الدین سمہودی؛ مولانا ید اللہ سوہی؛ ملاّ متھ یا مٹھ۔[۱۲]

۱۰- القنوجی، **إتحاف النبلاء**، ۳۹۸۔

۱۱- محمد طاہر پٹنی، **قانون الموضوعات والضعفاء**، ۲۳۰۔

۱۲- یہ چاروں گجرات کے علمائے کرام تھے، ملاّ متھ کا لقب استاذ الزماں تھا۔ البتہ اس سے زیادہ ان علما کے حوالے سے مزید کوئی بات علم میں نہ آسکی۔ عبدالحی حسنی، **یادِ ایام**، (لکھنو: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ۱۹۸۳ء)، ۹۷- ۹۸۔

یہ چاروں بزرگ گجرات کے علمائے کبار میں سے تھے، شیخ محمد بن طاہر نے آخر الذکر شیخ ملاّمٹھ کی خدمت میں تعلیمی سلسلہ مکمل کیا، جن کا لقب استاد الزماں تھا، یہ پٹنہ کے ایک بہت بڑے عالم تھے، ان کا اصلی نام معلوم نہ ہو سکا، انہوں نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔ علامہ محمد بن طاہر پٹنی اسی مدرسے کے تعلیم یافتہ تھے، ان کے علاوہ اور بہت سارے لوگ اس مدرسے سے فیض یاب ہوئے تھے، شیخ عبد الوہاب کا بیان ہے کہ جب عارف ربانی شیخ ملاّمتھ کا انتقال ہوا جن سے شیخ محمد بن طاہر پٹنی نے آخری درجے کی کتب پڑھی تھیں، ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، موصوف یعنی شیخ محمد بن طاہر ہی کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔[۱۳]

شیخ، تیس سال کی عمر تک اپنے ہی وطن میں تدریسی خدمات سر انجام دیتے رہے بعد ازاں علم حدیث کے شوق میں حرمین کا سفر کیا اور حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ حرمین شریفین کے نامور علما و ارباب کمال شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالرحمن البکری (۸۹۹۔۹۵۲ھ) ابوالعباس احمد بن محمد بن علی المعروف بابن حجر الھیثمی المکیؒ (۹۲۴ھ۔۹۷۲ھ) محدث شیخ ابوالحسن علی بن محمد المعروف بابن عراق (۹۰۷۔۹۶۳ھ) شیخ جار اللہ بن محمد المکی الشافعی (۸۹۱۔۹۵۴ھ) سے حدیث پڑھی، اور شیخ علی متقی (۸۸۵۔۹۷۵ھ) سے روایت حدیث کی اجازت لی اور انہی کے دست حق پر بیعت کی،[۱۴] ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر اکتساب فیض کیا۔ ان شخصیات کے علاوہ شیخ عبداللہ عیدروس مدنی، شیخ علی مدنی، شیخ برخوردار سندھی، شیخ عبیداللہ حضرمی، شیخ ابوعبیداللہ زبیدی سمیت بیس نامور کبار علماء حدیث سے اکتساب فیض کیا۔[۱۵]

علامہ محمد بن طاہر پٹنی اپنے شیوخ میں سے سب سے زیادہ شیخ اجل، علی متقی ہندی سے متاثر ہیں، شیخ علی متقی کو حدیث میں جو دسترس حاصل تھی وہ ان کو اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہے چناں چہ شیخ علاؤ الدین علی المتقی الہندی المتوفی ۹۷۵ھ نے جب علامہ جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ کی حدیث میں مختصر و مطوّل دائرۃ

۱۳۔ ابو ظفر ندوی، **گجرات کی تمدنی تاریخ** (اعظم گڑھ: مطبع معارف ۱۹۶۲ء)، ۱۹۸؛ ضیاء الدین اصلاحی، **تذکرۃ المحدثین**، (لاہور: دارالابلاغ)، ۳: ۳۸۶۔

۱۴۔ محدث دہلوی، **أخبار الاخیار**، ۲۶۴؛ العیدروس، **النور السافر**، ۳۶۲؛ القنوجی، **إتحاف النبلاء**، ۳۹۸؛ ضیاء الدین اصلاحی، **تذکرۃ المحدثین**، ۳: ۳۸۷۔

۱۵۔ العیدروس، **النور السافر**، ۳۶۱؛ ابن العماد، **شذرات الذھب**، ۸: ۴۱۰؛ القنوجی، **ابجدالعلوم**، ۳: ۲۲۲؛ القنوجی، **إتحاف النبلاء**، ۳۹۷۔

المعارف جامع الصغير و زياداته اور جمع الجوامع في الحديث کو جو حدیث کی پچاس سے زیادہ کتابوں کا مجموعہ ہے، اور مسانید کے منہج پر مرتب تھا، فقہی ابواب پر ترتیب دیا اور اس کا نام کنز العمال في سنن الأقوال و الأفعال رکھا[۱۶] تو مکہ مکرمہ کے نامور محدث وفقیہ شیخ ابوالحسن البکری المتوفی ۹۵۲ھ نے ان کی اس جلیل القدر خدمت کو دیکھتے ہوئے فرمایا تھا: "إن للسیوطیؒ منة علی العالمین وللمتقی منة علیه"[۱۷]

(سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا عالم اسلام کے باشندوں پر احسان ہے تو علامہ سیوطیؒ پر شیخ علی متقیؒ کا احسان ہے)

شیخ محمد بن طاہر پٹنی کو اپنے شیخ سے جو عقیدت تھی اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب **مجمع بحار الأنوار** کو ان کے نام معنون کیا۔ چناں چہ مقدمۂ کتاب میں رقم طراز ہیں: "میرے مرشد، شفیق و مہربان، مفاخر و معالی کے جامع، قطب دوراں، غوث زماں، رحمان کی برگزیدہ ہستی، قیام پذیر حرمین شریفین، مجاور بیت اللہ، خلق خدا کے مربی، متقیوں کے رہ نما، ان سے میری مراد، شیخ علی متقی ہیں، جن کا فیض ہر قریب و بعید پر جاری و ساری ہے، اس کتاب سے ان کو وسیلہ بناتا ہوں۔"[۱۸]

موصوف نے شیخ علی متقیؒ سے تین باتیں ورثے میں پائی تھیں:

(۱) دین میں استقامت، چناں چہ موصوف کی شہادت اس کا مظہر ہے۔

(۲) حدیث کی خدمت، یہ اس کا اثر تھا کہ موصوف تدریسی، تصنیفی اور تربیتی شعبوں میں تاحیات سرگرم عمل رہے۔

(۳) اصلاحی و فلاحی کام میں سرگرمی۔ شیخ علی متقیؒ مہدویوں کے مخالف تھے، ان کی قوم کے بہت سے قریبی رشتے دار مہدوی ہو گئے تھے، اس لیے یہ ان کی اصلاح کے لیے تاحیات کوشاں رہے۔

تلامذہ

شیخ کا دائرہ فیض بھی بہت وسیع تھا، عام تذکرہ نگاروں نے اجمالی طور پر شاگردوں کا ذکر کیا ہے لیکن ان

۱۶۔ حاجی خلیفہ، ملا کاتب الحلبی، مصطفی بن عبد اللہ القسطنطینی، **کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون** (بیروت: دارالفکر، ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء)، ۱: ۶۴۱۔

۱۷۔ عبدالحی الحسنی، **الثقافة الإسلامیة فی الهند، مؤسسة هنداوی للتعلیم والثقافة** (القاهرة: ۲۰۱۴ء)، ۴: ۲۴۴۔

۱۸۔ العیدروس، **النور السافر**، ۳۶۲۔

کے ناموں سے لاعلمی ظاہر کی ہے البتہ ان کے پوتے شیخ عبد الوہاب نے ان کے حالات میں جو رسالہ مناقب لکھا تھا، اس میں ان کے حسب ذیل شاگردوں کے نام درج ہیں:

ابو البشر محمد فضل، شیخ ضیاء الدین بن شیخ محمد غوث گوالیاری، ابو الفتح میاں احمد خان پٹنی، شیخ داؤد بن شیخ حسن، برہان الدین واعظ، محمد اسحٰق، میاں جلال۔۔بن محسن (شاہ عالم) محمد حسن، نور محمد حسن، عبد اللہ بن فتح اللہ سارنگ پوری، شیخ محمد شطاری، شیخ جیون سورتی، شیخ حسین سورتی، شیخ عبد الہادی احمد آبادی، شیخ فرید کاسب پٹنی، شیخ عبد النبی صدر الصدور (بعہد محمد اکبر بادشاہ ہند)۔

ان ناموں کے ذکر کے بعد وہ لکھتے ہیں "ان کے علاوہ بے شمار دوسرے بزرگ بھی شاگردوں میں داخل ہیں جن میں سے کچھ مشہور اور کچھ غیر معروف ہیں، ان کو طوالت کے خیال سے حذف کر دیا"۔[۱۹]

طلبہ کی مالی مدد اور ان کی علمی تربیت

موصوف کا گھرانہ تاجر تھا، والد نے بہت دولت چھوڑی تھی، مولانا نے وہ دولت غریب، نادار طلبہ کی تعلیم پر خرچ کی، انھوں نے بچوں کے استاذ سے کہہ رکھا تھا کہ جو سمجھ دار لڑکا نادار ہو، اس کو میرے پاس بھیج دو، وہ پڑھے، میں اس کی اور اس کے گھر والوں کی کفالت کروں گا، وہ مال دار لڑکوں کو پڑھنے کی ترغیب دیتے، نگرانی کرتے، خود پڑھاتے، اور دوران سبق ان کے لیے سیاہی تیار کرتے رہتے اور انہیں مفت دیتے تھے۔

طالب علمی کے زمانے میں طلبہ اور بعض لوگوں کی طرف سے بہت تکلیفیں اور مشکلیں جھیلی تھیں، اس وقت سے موصوف نے یہ نذر مانی تھی کہ مجھے علم سے نوازا گیا تو میں اللہ کی رضا کی خاطر عمر بھر طلبہ کی خدمت کرتا رہوں گا۔ طلبہ کی خدمت، تدریسی و تصنیفی خدمات اور قوم کی اصلاح اس نذر کا ثمرہ ہے۔[۲۰]

اولاد

تاریخ گجرات کے مشہور محقق و فاضل مولانا سید ابو ظفر ندوی مرحوم نے شیخ محمد بن طاہر کا مختصر شجرہ نسب تحریر کیا ہے[۲۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل چار حضرات ان کی نسبی یادگار تھے:

۱۹– ضیاء الدین اصلاحی، **تذکرۃ المحدثین**، ۳: ۳۸۷۔

۲۰– العیدروس، **النور السافر**، ۳۶۲؛ ابن العماد، **شذرات الذہب**، ۸: ۴۱۰؛ الحسنی، **الثقافۃ الإسلامیۃ فی الہند**، ۴: ۲۹۹؛ القنوجی، **ابجد العلوم**، ۳: ۳۹۸۔

۲۱– سید ابو ظفر ندوی، **تاریخ گجرات**، ۸۵؛ ضیاء الدین اصلاحی، **تذکرۃ المحدثین**، ۳: ۳۹۸۔

۱- ابراہیم: شیخ محمد بن طاہر کے خلف اکبر تھے۔
۲- احمد: رسالہ مناقب کے مصنف قاضی القضاۃ شیخ عبدالوہاب کے والد ماجد تھے۔
۳- ابو بکر۔
۴- نور الحق۔

صلاح وتقویٰ

شیخ صلاح و تقویٰ کے زیور سے آراستہ تھے، ارباب تذکرہ نے ان کے ورع وصلاح کا ذکر کیا ہے، دینی حیثیت سے ان کے بلند مرتبہ ہونے کا ثبوت وہ خواب بھی ہیں جن کو اکثر تذکرہ نگاروں نے ان کے اور ان کے شیخ علی متقی کے حال میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے جمعہ ۲۷ رمضان کو خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا اور آپ سے پوچھا کہ اس زمانہ میں سب سے افضل کون ہے تو آپؐ نے فرمایا تم یعنی شیخ علی متقی! انہوں نے دریافت کیا پھر کون افضل ہے، فرمایا محمد بن طاہر ہندی۔

اسی شب میں شیخ علی متقی کے شاگرد شیخ عبدالوہاب کو بھی خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے بھی آپ سے یہی بات دریافت فرمائی تو آپؐ نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو شیخ علی متقی کو دیا تھا، شیخ عبدالوہاب اپنا خواب بیان کرنے کے لیے جب اپنے استاد علی متقی کی خدمت میں آئے تو انہوں نے ان کو کچھ کہنے سے پہلے ہی فرمایا کہ میں نے بھی وہی خواب دیکھا ہے جو تم نے دیکھا ہے۔[۲۲]

شہادت

موصوف فرقہ مہدویہ[۲۳] کی تردید و سرکوبی کے لیے برابر کمربستہ رہے، ۹۷۹ھ میں قسم کھائی کہ جب تک ان کی اصلاح نہیں کروں گا، سرپر عمامہ نہ باندھوں گا۔ ۹۷۰ھ میں اکبر بادشاہ نے گجرات فتح کیا اور یہاں کے علما کو بلایا، یہ ننگے سر حاضر ہوئے، اس نے وجہ پوچھی، آپ نے وجہ بتائی تو اکبر نے کہا یہ کام ہم کریں گے اور اس نے ان کے سرپر عمامہ باندھا اور شیخ الاسلام کے لقب سے بھی موسوم کیا، اکبر نے اپنے رضاعی بھائی، خان اعظم عزیز مرزا کو گجرات کا گورنر مقرر کیا، اس کی کوششوں سے مہدویوں کا زور ٹوٹا۔ ۹۸۱ھ میں جب عبدالرحیم خان خانان کو

۲۲- العیدروس، النور السافر، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۶۱۔

۲۳- یہ لوگ سید محمد جونپوری (م ۹۱۰ھ) کو امام مہدی مانتے تھے اور اس کے انکار کو کفر قرار دیتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے ماسوا تمام انبیا سے اس کو افضل بلکہ ان انبیا کو ناقص الایمان تصور کرتے تھے۔

یہاں کا گورنر مقرر کیا، تو مہدویوں کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔ شیخ نے پھر عمامہ اتارا، آگرہ میں اکبر کو صورت حال سے آگاہ کرنے نکلے، مہدویوں کو خبر ہوئی، انھوں نے پیچھا کیا، ۶ شوال ۹۸۶ھ کو "اجین" کے قریب انہوں نے رات کو جب آپ تہجد پڑھ رہے تھے، شہید کر دیا اور بھاگ نکلے۔ انھیں شیخ بھکاریؒ کے مقبرے کے قریب دفن کیا گیا، اکبر کو جب خبر ملی تو اس نے حکم دیا کہ ان کے جسد خاکی کو آبائی قبرستان میں منتقل کیا جائے، چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ آج بھی ان کا مقبرہ زیارت گاہ خلائق ہے۔[۲۴]

علمی مقام

شیخ محمد بن طاہر مروجہ علوم میں اچھی دست گاہ رکھتے تھے، ارباب تذکرہ نے ان کو متعدد فنون میں ماہر و فائق قرار دیا ہے[۲۵] ان کے علمی تبحر اور فضل و کمال کے متعلق شاہ عبد الحق محدث دہلوی کا یہ بیان نقل کرنا کافی ہو گا کہ "حق سبحانہ وتعالی او را علم و فضل داد"[۲۶] حدیث میں وہ خصوصیت سے بہت ممتاز اور بلند پایہ اور اس فن کے امام تھے، شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں "تکمیل علوم خصوصاً تکمیل علم حدیث پورے طور پر کی"۔[۲۷] گجرات میں ان کے درجہ و مرتبہ کا کوئی محدث نہ تھا، ان کے اس فضل و کمال کے تمام لوگ معترف ہیں۔ دراصل انھوں نے فن حدیث میں بے نظیر کمال حاصل کیا تھا[۲۸] اور اپنی زندگی اس مفید اور بابرکت علم کی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی، ان کا شمار ہندوستان کے اکابر علما اور افاضل محدثین میں ہوتا ہے، رئیس المحدثین اور ملک المحدثین کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے[۲۹] ان کے فضل و کمال اور علم حدیث میں خصوصیت و امتیاز کا آوازہ شہرت ہندوستان سے گزر کر دنیائے اسلام میں بھی بلند ہو گیا تھا۔[۳۰]

۲۴- القنوجی، **ابجد العلوم**، ۳:۱۲۲؛ القنوجی، **إتحاف النبلاء**، ۳۹۸؛ الحسنی، **الثقافة الإسلامية**، ۴:۲۹۹- ۳۰۰؛ ابو ظفر ندوی، **تاریخ گجرات**، ۱۷۱ تا ۱۷۴۔

۲۵- العیدروس، **النور السافر**، ۳۶۲۔

۲۶- محدث دہلوی، **أخبار الأخيار في أسرار الأبرار**، ۲۶۴۔

۲۷- نفس مصدر۔

۲۸- ضیاء الدین اصلاحی، **تذکرة المحدثین**، ۳:۳۹۱۔

۲۹- العیدروس، **النور السافر**، ۳۶۱۔

۳۰- ابو ظفر ندوی، **تاریخ گجرات**، ۵۵۔

انھوں نے احادیث کی شرح و توضیح اور اس کی علمی خدمت ہی انجام نہیں دی ہے بلکہ حدیث و سنت کی خدمت اور اس کا فروغ و اشاعت بھی زندگی کا خاص مقصد تھا، آزاد بلگرامی تحریر فرماتے ہیں: ”خادم حدیث نبوی و ناصر سنن مصطفوی است۔“ [۳۱]

مولانا سید عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ **یادایام** میں لکھتے ہیں:

علامہ مجد الدین محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ ایسے بلند پایہ محدث تھے، جن کے فضل و کمال کی شہرت دنیا بھر میں ہے اور ان کی تصنیفات سے علماء حجاز و یمن اس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے ہندوستان کے علما۔[۳۲]

ہندوستان کے نامور محدث و صحاح ستہ کے تعلیق نگار مولانا احمد علی محدث سہارنپوری المتوفی ۱۲۹۷ھ نے اس سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا، ان کے یہاں **مشکوٰۃ المصابیح، صحیح البخاری، سنن الترمذی، سنن ابن ماجہ** اور **موَطا مالک** کی تعلیقات میں جابجا اس کے حوالے اس امر کے شاہد عدل ہیں۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی کی تصنیفی خدمات پر ایک نظر

موصوف کثیر التصانیف ہیں، گو شیخ محمد بن طاہر آخر عمر میں اپنے وطن کے پر آشوب حالات، بدعتوں کے فروغ اور مہدویت کے زور کی وجہ سے کافی پریشان رہے اور انہیں وہ سکون، دلجمعی اور فراغ خاطر نصیب نہ تھا جو تصنیف و تالیف کے لیے درکار ہوتا ہے، تاہم وہ جب علوم کی تحصیل کے بعد حجاز سے اپنے وطن تشریف لائے تو ان کی تمام تر توجہ علمی کاموں کی جانب ہی مبذول رہتی تھی، مؤرخین کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے علاوہ ان کا مشغلہ کوئی اور نہ تھا[۳۳] اس سے قطع نظر کہ تصنیف و تالیف کا ملکہ ان کی فطرت کا خاصہ تھا، اس لیے انھوں نے بہت سے علمی رسائل اور بلند پایہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، فن حدیث سے ان کو زیادہ شغف تھا اور اس موضوع پر ان کی کتابیں بے نظیر اور عظیم الشان ہیں جن کی اہمیت و مقبولیت میں اب بھی فرق نہیں آیا ہے اور ان سے ہندوستان کی طرح حجاز، یمن اور دوسرے عرب ملکوں کے لوگ بھی فیض یاب ہو رہے ہیں۔

۳۱۔ غلام علی آزاد بلگرامی، **مأثر الکرام في تاریخ بلگرام** (لکھنو: کتب خانہ ندوۃ العلماء)، ۱۹۴۔

۳۲۔ عبدالحی الحسنی، **یادایام**، ۹۸۔

۳۳۔ ضیاء الدین اصلاحی، **تذکرۃ المحدثین**، ۳: ۴۰۱۔

علامہ محمد بن طاہر کے پوتے شیخ عبدالوہاب متوفی۱۰۰۸ھ نے رسالہ مناقب میں درج ذیل کتب و رسائل کا ذکر کیا ہے۔[۳۴]

۱۔ **توسل** (فن رجال میں ہے)، ۲۔ **چہل حدیث**، ۳۔**حاشیہ توضیح و تلویح** (مصنف نے مشہور فقہی کتاب **توضیح و تلویح** پر یہ حاشیہ لکھا تھا)، ۴۔**حاشیہ صحیح بخاری**، ۵۔ **حاشیہ صحیح مسلم**، ۶۔ **حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح** (ناموں سے ظاہر ہے کہ **صحیحین** اور **مشکوٰۃ** پر مصنف نے حواشی تحریر کیے تھے)، ۷۔**حاشیہ مقاصد الاصول**، ۸۔ **خلاصۃ الفوائد** (علم صرف میں ہے)، ۹۔ **دستور الصرف** (یہ بھی علم صرف میں ہے)، ۱۰۔ **رسالہ احکام بیر** (کنوئیں کے احکام و مسائل کے حوالے سے فقہی رسالہ)، ۱۱۔ **رسالہ امساک مطر**، ۱۲۔ **رسالہ فضیلت صحابہ**، ۱۳۔ **رسالہ کحلیہ**، ۱۴۔ **رسالہ نہروالہ** (دشمنوں کے خوف سے رسالہ مکیہ کے نام سے مشہور ہوا)، ۱۵۔**سوانح نبویؐ** (عربی زبان میں یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے وفات تک کے حالات سال بہ سال تحریر کیے ہیں)، ۱۶۔**سوانح نبویؐ** (اسی قسم کا رسالہ فارسی زبان میں بھی تحریر کیا ہے)، ۱۷۔**شرح عقیدہ** (علم کلام میں ہے)، ۱۸۔ **طبقات حنفیہ**، ۱۹۔ **عدۃ المتعبدین**، ۲۰۔**کفایۃ المفرطین** (شافیہ کی شرح اور علم صرف میں ہے) اس کا ایک نسخہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آبادی کے کتب خانہ میں ہے، یہ ۹۶۱ھ کی تصنیف ہے، ۲۱۔ **مختصر اتقان** (علامہ سیوطی کی مشہور تصنیف **الاتقان فی علوم القرآن** کی تلخیص ہے)، ۲۲۔ **مختصر مستظہریہ**، ۲۳۔**مقاصد جامع الاصول** (صحاح ستہ کی حدیثوں پر مشتمل ہے)، ۲۴۔ **منہاج السالکین** (راہ سلوک میں سالکین کو جن احادیث کی ضرورت ہوتی ہے انہیں پیش کیا ہے۔)، ۲۵۔ **نصاب البیان** (علم معانی میں)، ۲۶۔ **نصاب المیزان** (علم منطق میں)، ۲۷۔**نصیحۃ الولاۃ والرعاۃ والرعیۃ** (سیاسیات میں)۔

حدیث اور عربی ادب میں علامہ محمد بن طاہر پٹنی کی خدمات اور ان کی شہرہ آفاق کتب کا تذکرہ

۱۔مجمع البحار

موصوف علم حدیث کے علاوہ عربی لغت و زبان کے بھی ماہر تھے اور لغوی کہلاتے تھے، اپنے اس کمال

۳۴۔ ابو ظفر ندوی، **تاریخ گجرات**، ۸۲۔

کی وجہ سے بھی انہوں نے علم حدیث کی بڑی مفید خدمت انجام دی اور اس کے مشکل الفاظ و لغات کی ایک جامع لغت **مجمع بحار الأنوار** مرتب کی جس کی حیثیت احادیث شرح کی ہے۔ اس کتاب کا اصل اور مکمل نام **مجمع بحار الأنوارفي غرائب التنزيل و الأخبار** ہے، مگر اختصار اور عرف کی بنا پر عموماً لوگوں نے پورا نام لکھنے کے بجائے صرف **مجمع البحار** لکھا ہے، یہ مصنف کی سب سے اہم اور مہتم بالشان کتاب ہے، ان کا بیان ہے کہ اس کی بنیاد **نهايه ابن اثير** اور **ناظرعين الغريبين** پر رکھی ہے، یہ ایک جامع لغت ہے جس میں کلام مجید اور حدیث کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی گئی ہے۔۔ یہ کتاب اگرچہ مشکل اور غریب الفاظ حدیث کی توضیح کے لیے لکھی گئی ہے تاہم مصنف نے چوں کہ ان حدیثوں کو بھی نقل کر دیا ہے جن میں یہ الفاظ مذکور ہیں، اس طرح یہ حل لغات کے علاوہ حدیثوں کی عمدہ شرح و تفسیر بھی ہے، اسی لیے علمائے فن نے اس کو صحاح ستہ کی شرح بھی کہا ہے۔ **مجمع بحار الأنوار** سرزمین ہندوپاک میں حدیث و قرآن کی پہلی لغت کے طور پر متعارف ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) **أخبار الأخيار** میں تحریر کرتے ہیں:

"از ان جمله كتابے است كه متكفل شرح صحاح سته مسمى بمجمع البحار"[۳۵]

(من جملہ ان کے ایک کتاب جو صحاح ستہ کی شرح کو جامع ہو، وہ مجمع البحار سے موسوم ہے۔)

نواب صدیق حسن خان المتوفی ۱۳۰۷ھ **أبجد العلوم** میں رقم طراز ہیں:

"موصوف کی کتاب **مجمع البحار** اس زمانے میں ہندوستان میں طبع کی گئی ہے۔ اس کی شہرت نصف النہار میں سورج کی طرح ہے۔ اس میں حدیث کے ہر غریب لفظ کو ذکر کیا گیا ہے، اور جو معانی اس کے بیان کیے گئے ہیں، انہیں بتایا ہے۔ گویا یہ کتاب صحاح ستہ کی شرح کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر حدیث کی بنیادی چھ کتابیں کسی کے پاس موجود نہ ہوں تو بھی یہ معانی کے حل کے لیے اور اس کے اساسی معانی کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ اس کتاب کی قبولیت پر سب کا اتفاق ہے۔ جس زمانے میں یہ تالیف کی گئی۔ اس وقت سے یہ اہل علم میں متداول رہی ہے۔"[۳٦]

۳۵- محدث دہلوی، **أخبار الأخيار في أسرار الأبرار**، ۲۸۰۔

۳٦- القنوجی، **ابجدالعلوم**، ۳:۲۲۳، القنوجی، **اتحاف النبلاء**، ۱۳۳۔

سید عبدالحی لکھنوی المتوفی ۱۳۴۱ھ **نزھة الخواطر** میں تحریر فرماتے ہیں: "ان کی جلیل القدر اور مفید تصانیف ہیں۔ جن میں سے مشہور اور عمدہ کتاب **مجمع بحار الأنوار** ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے، جس کے عالم وجود میں آنے کے بعد سے علما کا اس کی قبولیت پر اتفاق ہے اور مؤلف کا یہ کارنامہ اہل علم پر بڑا احسان ہے۔"[۳۷]

۲۔ تذکرۃ الموضوعات

یہ کتاب، جیسا کہ اپنے نام سے ظاہر ہے، فاضل مصنف نے اس کو وضعی اور من گھڑت روایات کے مجموعے کے طور پر ترتیب دیا ہے یہ اپنے فن میں بڑی اہمیت کی حامل اور موسوعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ علم الموضوعات میں ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) اور امام محمد علی شوکانی (۱۲۵۰ھ) کی تصنیفات سے ضخامت اور مواد میں کہیں بڑھ کر ہے جو ۹۵۸ھ میں تالیف کی گئی۔ کتاب کے آغاز میں ایک مقدمہ ہے جس میں تین مباحث ہیں۔ پہلی بحث میں حدیث کی بنیادی اصطلاحات کا بیان ہے، دوسری بحث میں وضاعین (حدیث وضع کرنے والوں) کی درج ذیل اقسام کی نشان دہی کی گئی ہے:

۱۔ کچھ ایسے راوی تھے کہ غلط روایت کی اور جب انہیں درست بات کا یقین ہو گیا مگر اس عار کی وجہ سے رجوع نہیں کیا کہ لوگ ان کی طرف غلط روایت کی نسبت کریں گے۔

۲۔ کچھ زندیق تھے جنھوں نے شریعت میں فساد پیدا کرنے، شک پیدا کرنے، دین سے کھلواڑ کرنے کے لیے حدیثیں وضع کیں۔

۳۔ کچھ زندیقوں نے کسی شیخ کو غفلت میں ڈال کر ان کی کتاب میں اپنی خود ساختہ حدیثیں شامل کر دیں۔ جیسا کہ مذکور ہے کہ ابن ابی العوجا کو جب گرفتار کیا گیا تو سزائے موت سے پہلے کہنے لگا میں نے چار ہزار حدیث تم پر وضع کی ہیں جن میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتایا۔

۴۔ کچھ لوگوں نے اپنے مذہب کی تائید میں وضع کیں۔

۵۔ کچھ لوگوں نے نیکی کا شوق اور برائی کا خوف پیدا کرنے کے لیے وضع کیں گویا شریعت کو اپنی تکمیل کی ضرورت تھی، جس کو انہوں نے اپنی دانست میں پورا کیا۔

۶۔ کچھ لوگوں نے عمدہ باتوں کے لیے اسناد بنائیں۔

۳۷۔ الحسنی، **الثقافة الإسلامية**، ۴: ۳۰۱۔

۷۔ کچھ لوگوں نے بادشاہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے وضع حدیث کیا۔

۸۔ کچھ قصہ گو تھے، وضع حدیث سے ان کا مقصد لوگوں سے مالی مفاد حاصل کرنا تھا۔[۳۸]

تیسری بحث ان کتب کے بارہ میں ہے جن کی احادیث موضوع ہیں اور اسی طرح حدیث وضع کرنے والے دروغ گو لوگوں کے حوالے سے نشان دہی کی گئی ہے۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی مقدمہ کتاب میں اس کا اظہار کرتے ہیں کہ اس میں موضوع حدیثوں کے علاوہ ان کے بارے میں محدثین اور نقادان فن کے اقوال بھی اس لیے نقل کیے ہیں تا کہ لوگ احادیث کو موضوع، ضعیف یا صحیح قرار دینے میں افراط و تفریط کے بہ جائے احتیاط سے کام لیں، کیوں کہ غالی اور مفرط قسم کے لوگ محض سنی سنائی باتوں کی وجہ سے حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ کر دیتے ہیں اور خود غور و فکر سے کام نہیں لیتے، اسی لیے شیخ محمد بن طاہر پٹنی نے اس کے مقدمہ میں متنبہ کیا ہے کہ اگر کوئی مصنف کسی حدیث کو موضوع بتائے تو جب تک دوسرے ذرائع سے اس کی تصدیق و تائید نہ ہوجائے اس حدیث کو موضوع نہ سمجھا جائے، فاضل مصنف اس حوالے سے نقد کرتے ہوئے مقدمہ کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ حافظ ابن جوزی (م۵۹۷ھ) اس فن کے امام سمجھے جاتے ہیں مگر انہوں نے حدیثوں کو موضوع قرار دینے میں افراط سے کام لیا ہے، اسی لیے علمائے فن نے ان پر نقد و تعاقب کیا ہے، علامہ سیوطی کا بیان ہے کہ ان کی کتاب موضوعات میں ضعیف تو درکنار بہت سی صحیح اور حسن روایتوں کی بھی تخریج کی گئی ہے، علامہ ابن صلاح نے (م۶۴۳ھ) ابن جوزی کی کتاب کی تین سو حدیثوں کے متعلق بتایا ہے کہ یہ موضوع نہیں، ان میں ایک حدیث صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی بھی ہے جو حماد بن شاکر سے مروی ہے اور بقیہ حدیثیں صحاح و سنن کی دوسری کتابوں کی ہیں، احمد بن ابی المجد (م۶۴۳ھ) سے منقول ہے کہ ابن جوزی کا ان روایتوں کو موضوع بتانا درست نہیں ہے، کہ کسی راوی کے بارے میں ضعیف ہونے یا قوی نہ ہونے یا نرم رو (لیّن) ہونے کے کلام کی وجہ سے اس کی روایت کو موضوع سمجھ لینا زیادتی ہے۔[۳۹]

کتاب میں مقدمے کے بعد مختلف عناوین کے تحت ایک سو گیارہ ابواب ذکر کیے گئے ہیں، ابتدا میں صرف دو مقامات پر "کتاب" کا عنوان اختیار کیا گیا ہے:

۱۔ **کتاب التوحید**، اس کے تحت چار ابواب مذکور ہیں۔

۳۸۔ محمد بن طاہر پٹنی، **تذکرۃ الموضوعات**، (ملتان: کتب خانہ مجیدیہ)، ۷-۸۔

۳۹۔ نفس مصدر، ۳-۴۔

۲- **کتاب العلم**،اس کے تحت چھ ابواب بیان کیے گئے ہیں،اس کے بعد کتاب کے عنوان کے بغیر ابواب کی فہرست ہے،کل ۱۹۲۴روایات ذکر کی گئی ہیں،جن میں مرفوع، موقوف، مقطوع اور آثار شامل ہیں۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی نے اس مجموعہ کو ترتیب دینے میں درج ذیل کتب کو بنیاد بنایا ہے:

۱- موضوعات الصغاني (أبو ا لفضائل الحسن بن محمد الصغاني- متوفى ۶۵۰ھ)

۲- الخلاصة في معرفة الحديث (شرف الدين أبو محمد الحسين بن محمد بن عبد الله الطيبي الدمشقي المتوفى ۷۴۳ھ)

۳- الموضوعات في المصابيح للبغوي، وأجوبة الحافظ ابن حجر العسقلاني عليها (عمر بن علي بن عمر، أبو حفص القزويني، متوفى ۷۵۰ھ)۔

۴- مختصر الشيخ محمد بن يعقوب الفيروز آبادي- (أبو طاهر مجد الدين محمد بن يعقوب فيروزآبادي متوفى ۸۱۷ھ)۔

اس نام کی کوئی کتاب علم میں نہ آسکی البتہ فاضل مصنف کی شہرہ آفاق کتاب **سفر السعادة** جو کہ جناب کریم ﷺ کی سیرت طیبہ پر ایک بنیادی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے، کے خاتمۃ الکتاب میں صفحہ ۱۴۲ سے ۱۴۷ تک ایسی وضعی روایات کا تذکرہ موجود ہے جن کی نسبت فاضل موصوف نبی اکرم ﷺ کی طرف درست نہیں سمجھتے۔ ممکن ہے کہ علامہ محمد بن طاہر پٹنی نے مختصر الشیخ محمد بن یعقوب الفیروز آبادی سے مراد یہی سفر السعادۃ کا خاتمۃ الکتاب لیا ہو، جیساکہ خاتمہ کے آغاز میں مصنف ذکر کرتے ہیں:"في الإشارة إلى أبواب، روي فيها أحاديث و ليس منها شيء صحيح و لم يثبت منها عند جهابذة علماء الحديث و ان كانت هذه الحروف في غاية الإختصار."[۴۰] (یہ خاتمہ ان ابواب کی طرف اشارہ کے بارے میں جن میں چند احادیث روایت کی گئی ہیں اور ان میں کوئی بات

۴۰- ابوطاہر مجد الدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی، **خاتمه سفر السعادة**،(مصر:دار العضو،۱۳۳۲ھ)،۱۴۲۔

صحیح نہیں اور نہ ہی ان میں کوئی مستند علماے حدیث کے ہاں ثابت شدہ ہے اگرچہ یہ حروف نہایت اختصار سے درج کیے گئے ہیں)

۵- المقاصد الحسنة في كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة (أبو عبد الله محمد بن عبد الرحمان السخاوي متوفى ۹۰۲ھ)

۶- اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة (جلال الدين عبد الرحمان بن أبو بكر السيوطی- متوفی ۹۱۱ھ)

۷- ذيل اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة، یہ کتاب الزيادات على الموضوعات کے نام سے بھی موسوم ہے،(جلال الدین عبد الرحمان بن ابو بکر السیوطی۔)

۸- الوجيز (جلال الدين عبد الرحمان بن ابو بكر السيوطی) یہ کتاب تعقبات السیوطی علی موضوعات ابن الجوزی اور النکت البدیعات علی الموضوعات کے نام سے بھی موسوم ہے۔

۹- تالیف، شیخ علی بن ابراہیم العطار (اس تالیف تک رسائی نہ ہو سکی)

تذکرۃ الموضوعات میں علامہ پٹنی ،بعض مقامات پر گذشتہ کتب و مصنفین کے حوالے سے حدیث کی حیثیت بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، جس سے ان کی ان مصنفین کے ساتھ موافقت ظاہر ہوتی ہے، مثلاً باب الإيمان بالله وبالقدرومعرفته وشعبه وفضل من دعا إليه کے تحت آغاز میں ذکر کرتے ہیں[۴۱] "في الخلاصة": "اليقين الإيمان كله" موضوع،[۴۲] قاله الصغاني والسخاوي.[۴۳]

۴۱- محمد بن طاہر پٹنی، تذکرة الموضوعات،۱۱۔

۴۲- شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی،الخلاصة في معرفة الحديث المكتبة الإسلامية للنشرو التوزيع ۱۴۳۰،۲۰۰۹ھ،۹۰۔

۴۳- رضی الدین حسن بن محمد بن حسن العمری القرشی الصغانی،(دمشق:الموضوعات دارالمامون للتراث، ۱۴۰۵ھ)؛ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی،المقاصد الحسنة في كثير من الاحاديث المشتهرة على الالسنة (بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۴۰۵ھ /۱۹۸۵ء)۔

دراصل مذکورہ قول عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے، جیسا کہ صحیح البخاری میں مذکور ہے[۴۴] تاہم البیہقی(۴۵۸ھ) نے شعب الایمان میں اس کو مرفوع نقل کیا ہے، جس کو محمد بن خالد المخزومی سے روایت میں یعقوب بن حمید کا تفرد قرار دیا گیا ہے۔[۴۵] حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲) اور حافظ بدرالدین العینی(۸۵۵ھ) نے حدیث کے مرفوع نقل کرنے کو غیر ثابت کہا ہے۔[۴۶] گویا علامہ محمد بن طاہر پٹنی نے حدیث کو جو موضوع کہا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا مرفوع ذکر کرنا درست نہیں ورنہ بطور موقوف حدیث صحیح ہے جب کہ سخاوی اور صغانی کتب میں اس حدیث کے موضوع ہونے کا تذکرہ نہیں مل سکا۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی نے جن کتب موضوعات کو مدنظر رکھ کر اپنی کتاب مرتب کی ہے، ان میں کئی مقامات پر ان کتب کے مؤلفین کی تائید کے ساتھ ساتھ اختلاف بھی کیا ہے مثلاً علامہ محمد بن طاہر پٹنی نے الوجیز کے حوالہ سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ(م۱۸ھ) کی روایت نقل کی الایمان یزید و ینقص[۴۷] **الوجیز**، علامہ جلال الدین السیوطی کی تعقبات السیوطی علی موضوعات ابن الجوزی کو کہا جاتا ہے جس کا دوسرا نام **النکت البدیعات** بھی ہے، اس میں مذکورہ حدیث پر عماد بن مطر راوی کے منکر الحدیث ہونے کی وجہ سے تعقب کیا گیا ہے مگر علامہ پٹنی نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اس کو امام احمد اور ابو داؤد[۴۸] نے حضرت معاذ سے ایک اور عمدہ سند (جید) سے ذکر کیا ہے اور امام ابو داؤد نے اس پر سکوت کیا ہے جو اس کی ان کے ہاں حدیث

۴۴۔ البخاری، **الجامع الصحیح** ،کتاب الایمان،باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس۔

۴۵۔ احمد بن حسین، ابو بکر البیہقی، **شعب الایمان**، (ریاض: مکتبة الراشد للنشر والتوزیع)، ۱۲: ۱۹۳، رقم ۹۲۶۵۔

۴۶۔ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، **فتح الباري شرح صحیح البخاري** (بیروت: دار المعرفة)، ۱: ۴۸؛ محمود بن احمد بدرالدین، **العینی**، **عمدة القاري شرح صحیح البخاري** (بیروت: داراحیاء التراث العربی)، ۱: ۱۱۵۔

۴۷۔ جلال الدین السیوطی، **تعقبات السیوطي** (مصر: دار مکة المکرمة المصورة ۱۴۲۵ھ)، ۳۳۔

۴۸۔ احمد بن حنبل الامام، **المسند**، **مؤسسة الرسالة**، مسند معاذ بن جبل، رقم: ۲۲۰۵۷، ۳۶، ۳۷۹؛ ابوداؤد سلمان بن اشعث، السنن، **کتاب الفرائض** ،باب هل یرث المسلم الکافر، رقم: ۲۹۱۲؛ ان دونوں کتب میں حدیث مرفوع کے الفاظ الاسلام یزید ولا ینقص مروی ہیں۔

کے درست (صالح)ہونے کی دلیل ہے، [۴۹] اور اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہ(م۵۹ھ)،حضرت ابن عباس(م۶۸ھ) اور حضرت ابوالدردا (م۳۲ھ) کی تائیدی روایات[۵۰] (شواہد) بھی ہیں[۵۱] گویا یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو موضوع کہنا درست نہیں۔

باب صفة المؤمن أفضله على الملك و إكرامه [۵۲] کے تحت علامہ پٹنی نے **المقاصد الحسنة**[۵۳] کے حوالہ سے حدیث نقل کی ہے المؤمن مرآة المؤمن لیکن امام سخاوی کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے واضح کیا کہ امام ابوداؤد نے حدیث کو مرفوع نقل کیا ہے۔[۵۴]

تذکرہ کے آخری باب،(باب خاتمه في سعة رحمته وشفاعة النبي ﷺوشفاعة الاطفال والأولياء للمؤمن والكا فروفداء المومن بالكافرو إن الشفقة على الخلق حتى الطيور توجب رحمته وإثم من يقنط الناس من رحمة الله) **مختصر** (الفیروزآبادی)کے حوالہ سے چاراحادیث نقل کر کے علامہ پٹنی نے لم یوجد کہہ کر تائید کی[۵۵] مگر ایک حدیث کے بارے میں وضاحت کی کہ وہ **صحیح**

۴۹- محمد بن علی الشوکانی، **نیل الاوطار** (مصر: دارالحدیث ۱۴۱۳ھ)،۱ :۲۵۔

۵۰- ابن ماجہ، محمد بن یزید،**السنن**،افتتاح الكتاب فى الاديان وفضائل الصحابة والعلم،رقم: ۷۴ (حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی موقوف احادیث ذکر کی ہیں)ابو بکر احمد بن محمد الخلال،**السنة**،جامع الايمان والتسلیم والتمسک،رقم۱۱۱۹(حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ کا موقوف اثر روایت کیا ہے)۔

۵۱- محمد بن طاہر پٹنی، **تذكرة الموضوعات**،۱۱۔

۵۲- نفس مصدر،۱۴۔

۵۳- السخاوی،**المقاصدالحسنة**،رقم ۶۸۶،۱۲۲۸۔

۵۴- ابوداؤد سلمان بن اشعث،**السنن** ،كتاب الأدب، **باب في النصيحة والحياطة**،رقم ۴۹۱۸

۵۵- محمد بن طاہر پٹنی، **تذكرة الموضوعات**، ۲۲۶-۲۲۸ -ان میں سے دو کا ذکر آغاز باب میں ہے: (۱) مازال ﷺ يسأل في أمة حتى قيل أماترضى الخ (۲) سأل ربه في ذنوب أمة فقال يا رب اجعل حسابهم اليّ الخ اور دو احادیث،باب کے آخر میں ذکر کی گئی ہیں۔(يأتى كل رجل من أمتي من هذ الأمة بيهودي أونصراني الخ(۳) خلق الله تعالى جهنم من فضل رحمته سوطا الخ۔

مسلم میں ہے[۵۶] جب کہ دو احادیث کو متفق علیہ قرار دیا ہے۔[۵۷] جب کہ المقاصد الحسنہ (سخاوی) کی دو احادیث کے بارے میں واضح کیا کہ ایک متفق علیہ ہے[۵۸] اور دوسری صحیح مسلم میں ہے[۵۹] گو اس میں علامہ پٹنی نے الفاظ حدیث کی بجائے مفہوم حدیث کو پیش نظر رکھ کر یہ رائے دی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ہاں روایت بالمعنی معتبر ہے۔ علاوہ ازیں ذیل (السیوطی) کے حوالہ سے آٹھ احادیث نقل کر کے اس میں رواۃ کے حوالے سے نشان دہی کی ہے کہ وہ کذاب، متّہم، مشہور بالوضع، منکر الحدیث، واہی ہیں۔[۶۰]

علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے **تذکرۃ الموضوعات** کی تبییض مسودہ کی تاریخ ۷ ذی القعدہ ۹۵۸ھ بروز جمعہ ذکر کی ہے۔ اس کتاب کی تکمیل کے بعد اس کے آخر میں ان بہتان تراشوں اور کذابوں کا یک جا تفصیلی ذکر کر دیا ہے جنھوں نے وضعی احادیث گھڑنے میں یا اس کی اشاعت میں کوئی کردار ادا کیا ہے اور اس کا نام **قانون الموضوعات و الضعفاء** رکھا۔ مصنف نے اس میں حروف تہجی کی ترتیب سے ان راویوں کو جمع کیا ہے آخر میں دو فصلیں کنیت اور نسب میں ہیں، انہوں نے راویوں کے نام کے ساتھ ان کے اوصاف بھی بیان کیے ہیں

۵۶- مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، کتاب التوبۃ، باب في سعة رحمة الله تعالى، رقم ۲۷۵۲، علامہ پٹنی نے اس کے الفاظ یوں ذکر کیے ہیں (ان الله تعالى مائة رحمة۔الخ)۔

۵۷- علامہ پٹنی نے جس حدیث کے الفاظ (لوعلم الكافر سعة رحمة الله الخ) ذکر کیے ہیں، اس کے مفہوم کو صحیحین میں ذکر کیا گیا ہے۔ **البخاری ،الجامع الصحیح ،کتاب الرقاق،باب الرجاء مع الخوف**، رقم ۶۴۶۹، **مسلم، الجامع الصحیح**، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله، رقم ۲۷۵۵، دوسری حدیث (الله ارحم بعبده المؤمن الخ) کے مفہوم کی حدیث بھی صحیحین میں مروی ہے۔ **البخاری، الجامع الصحیح**، کتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله، رقم ۵۹۹۹، **مسلم، الجامع الصحیح ،کتاب التوبة**، رقم ۲۷۵۳۔

۵۸- **البخاری، الجامع الصحیح**، کتاب التوحيد، باب قول الله تعالى ويحذركم الله نفسه، رقم ۷۴۰۵، **مسلم**، الجامع الصحيح، كتاب الذكر والدعاء، باب الحث على ذكر الله، رقم ۲۶۷۵۔

۵۹- **(لولم تذنبوا لذهب الله بكم الخ)، مسلم، الجامع الصحیح**، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالإستغفار، رقم ۲۷۴۹۔

۶۰- محمد بن طاہر پٹنی، **تذکرۃ الموضوعات**، ۲۲۷

جن سے ان کا غیر معتبر ہونا واضح ہوجاتا ہے اور جلال الدین السیوطی کی کتب موضوعات، حافظ ابن حجر کے مقدمہ **فتح الباري**، حافظ زکی الدین المنذری (م۶۵۶ھ) کی **الترغیب والترھیب** اور امام ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی (م۲۷۹ھ) کی **سنن** اور **کتاب العلل** سمیت کئی کتابوں کے حوالے بھی دیے ہیں، چناں چہ وہ مقدمۂ کتاب میں تحریر کرتے کہ **تذکرة الموضوعات** سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ ضعیف، کذاب، وضاع اور مفتری راویوں کو جمع کردوں تاکہ اس کی حیثیت موضوع روایات کی معرفت اور ضعیف اور گھڑی ہوئی حدیثوں کے ضبط کے بارے میں ایک کلی قاعدہ و قانون کی ہوجائے۔[۶۱]

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱ھ) کے نامور شاگرد شیخ محمد بن عبدالرحمن العلقمی الشافعی ۸۹۷۔۹۶۹ھ، فرماتے تھے:

هو في هذا الباب أحسن المختصرات یہ موضوعات کے باب میں مختصرات میں سب سے عمدہ کتاب ہے اور میرے شیخ علی بن حسام الدین متقیؒ (۸۸۵۔۹۷۵ھ) (اللہ تعالیٰ انہی کی جماعت میں میرا حشر فرمائے) نے مجھے لکھا تھا: قد وقع الكتاب مفيداً كثيراً جزاكم الله خيرًا[۶۲] یہ کتاب بہت مفید ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین بدلہ دے۔ اس ذخیرہ معلومات سے جو اس میں منقول ہے، فائدہ اٹھائیں۔[۶۳]

یہ کتاب سب سے پہلے مصر میں اور بعد ازاں انڈیا میں ۱۹۱۶ء میں طبع ہوئی پھر پاکستان اور اب بیروت سے بھی شائع ہوچکی ہے۔ اور اس کے دو مخطوط نسخے بین الاقوامی ادارے مرکز الملک الفیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ ریاض سعودی عرب میں موجود ہیں الغرض علم موضوع حدیث پر علامہ محمد بن طاہر پٹنی کا یہ کام انتہائی وقیع ہے جس سے ان کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے، نیز یہ کہ کتب موضوعات پر نہ صرف ان کی گہری نظر تھی بلکہ وہ محققانہ اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے، اور ان کے ہاں کسی حدیث کی معنوی تائید بھی اسے اعتبار عطا کرتی ہے، یہ کتاب برصغیر کی ماضی کی علمی تاریخ کی ایک نمائندہ کتاب ہے جس کو عالم عرب میں بھی پذیرائی حاصل ہوئی۔

۶۱۔ نقشِ مصدر، ۲۲۸۔

۶۲۔ محمد بن طاہر پٹنی، **قانون الموضوعات والضعفاء ملحق تذكرة الموضوعات**، ۲۳۰

۶۳۔ القنوجی، **أبجد العلوم**، ۳:۵۱۴۔